مرزا مظہر جانجاناں کے خطوط

(جناب خلیق انجم صاحب استاد شعبہ اردو۔ کروڑی مل کالج۔ دہلی)

مرزا مظہر جانجاناں کی ولادت ۱۱۱۰ھ اور ۱۱۱۳ھ کے درمیان ہوئی۔ اس وقت اورنگ زیب مغل جاہ و جلال اور شوکت و حشمت کے ساتھ تخت نشین تھا اور جب ۱۱۹۵ھ میں مرزا صاحب کی وفات ہوئی تو شاہ عالم عظمت رفتہ اور قصۂ پارینہ کا ماتم کر رہا تھا۔ مرزا کی ابتدائی زندگی میں مغل حکومت کا زوال شروع ہوا۔ انھوں نے جب ہوش سنبھالا تو یہ عظیم اور پُرشکوہ عمارت گرنی شروع ہو چکی تھی۔ اُن کی وفات کے وقت چند کھنڈرات تھے جن پر عظیم ماضی کی داستانیں نقش تھیں۔ اس زوال آمادہ حکومت اور سماج کے گھورا ندھیروں میں جن لوگوں نے انسانیت کی اعلیٰ قدروں کے چراغ روشن رکھے۔ اُن میں مرزا کا نام سرِفہرست ہے۔ مرزا کی شخصیت کے تین نمایاں پہلو تھے وہ فارسی کے بڑے شاعر، اُردو میں شاعر سے زیادہ شاعرگر، اور تصوف میں نقشبندی سلسلے کے برگزیدہ بزرگ تھے۔ خاص طور سے اُردو شاعری اور تصوف میں اُن کی حیثیت ایک مجتہد اور مصلح کی رہی۔ جب شمالی ہندوستان میں اُردو شعرا ایہام گوئی کو کمال فن سمجھتے تھے۔ اس وقت مرزا مظہر پہلے شاعر تھے جنھوں نے اس ادبی بدعت کے خلاف آواز بلند کی اور اُس کی مخالفت میں عملی جدوجہد کی۔ اپنے مورچے کے لئے اُنھوں نے انعام اللہ خاں یقین، فقیہہ صاحب دردمند، خواجہ احسن اللہ بیان، ہیبت قلی خاں حسرت وغیرہ کی تربیت کی۔ یہی وہ لوگ ہیں جو حال اور مستقبل کے شاعروں کے لئے مشعلِ راہ بنے۔

سیاسی اور سماجی زوال سے شکست کھا کر امراء و رؤسا سے لیکر غریب عوام تک زندگی کے تلخ حقائق سے نگاہیں چُرا کر مادی عیش و عشرت اور مذہب کی آڑ لے رہے تھے۔ عیش و عشرت میں ڈوب کر وہ خود کو فراموش کر رہے تھے۔ عورت اور شراب سماج کا ایک اہم جزو تھے۔ اس طرح مادی کرب کا احساس کچھ دیر کے لئے دب جاتا تھا۔ جہاں تک مذہب کا تعلق تھا۔ اس کی اعلیٰ قدروں پر کسی کا ایمان نہیں تھا۔ لوگ صرف انفرادی نجات

کے لئے مذہب کو سہارا بنا دیتے تھے۔ اس مقصد کے لئے تصوّف سب سے بہتر تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس دور میں تصوّف کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی، مادی دنیا کے ناکام ٹھکرائے ہوئے شکست خوردہ لوگوں نے سماجی وقار حاصل کرنے کے لئے تصوّف کو پیشہ بنا لیا۔ اپنی دنیاوی اغراض پوری کرنے کے لئے تصوّف کی صورت مسخ کر دی۔ تصوّف کا دائرہ اتنا وسیع کر دیا کہ اس میں میکدے اور دیر و حرم کی سرحدیں مل گئیں، رات بھر شرابیں پینا، عیاشی کرنا اور صبح کو نماز پڑھ کر توبہ استغفار کر لینا کافی سمجھا جانے لگا ایسے ناگفتہ بہ حالات میں پھر ایک ایسے مُجدّد کی ضرورت تھی جو ان دنیا پرست، لالچ اور فسق و فجور کے مارے ہوئے صوفیوں کے چہرے سے نقاب ہٹاتا۔ مُجدّدِ الفِ ثانی کی تحریک ایک بار پھر زندہ ہوئی اس دفعہ اس تحریک کے علمبردار شاہ ولی اللہ اور مرزا مظہر تھے۔ یہ دونوں حضرات سنّت اور قرآن کے پابند تھے۔ انھوں نے نڈر اور بے خوف ہو کر غلط مذہبی عقائد پر تنقید کی۔ مرزا مظہر کی شہادت کی وجہ بھی یہی ثابت ہوئی۔

اگر کسی دور کو سمجھنا ہے تو اس دور کے ادب کا مطالعہ کیجئے۔ لیکن ادب میں عام واقعات، ادبی سیاسی اور مذہبی نظریات اور عقائد مختلف صورتوں میں ہمارے سامنے آتے ہیں جن کی مختلف توجیہات اور تاویلات پیش کی جا سکتی ہیں۔ مگر خطوط میں یہ حقیقتیں برہنہ ہوتی ہیں۔ چونکہ خط مکتوب نگار کی نجی زندگی سے متعلق ہوتا ہے اس لئے وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے بارے میں بے خوف ہو کر من و عن لکھتا ہے۔ مورخین کے سامنے کچھ مصلحتیں ہوتی ہیں، حکومتِ وقت کا دباؤ ہوتا ہے۔ اس جماعت کا لحاظ ہوتا ہے جس سے اُس کا تعلق ہے۔ لیکن مکتوب نگار کو اس قسم کا کوئی خوف اور ڈر نہیں ہوتا "کلمات طیبات" میں مرزا صاحب کے ۸۰ خطوط شامل ہیں۔ یہ خطوط اکثر مریدوں اور شاگردوں کو لکھے گئے ہیں۔ ان میں اکثر مریدوں کے سوالوں کے جواب دیئے گئے ہیں۔ اس لئے ایک طرف تو ان خطوط کا مطالعہ مرزا صاحب کے سوانح نگار کے لئے ناگزیر اور دوسری طرف اِس دور کی سیاسی، سماجی اور ادبی تاریخ لکھنے والوں کے لئے لازمی ہے۔ ان خطوط کے مطالعے سے مرزا صاحب کے مذہبی، ادبی اور سیاسی عقائد ہمارے سامنے آجاتے ہیں مرزا صاحب کی پوری زندگی دہلی کے پُر آشوب اور ہنگامی حالات میں گذری ہے۔ اس لئے اکثر اُن کے خطوط

میں سیاسی واقعات کا ذکر آگیا ہے۔

میں نے مرزا صاحب کے صرف اُن خطوط کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے جن سے مرزا صاحب کی زندگی اور اُس دور کے سیاسی حالات پر روشنی پڑتی ہے۔

مکتوبِ اوّل

برخوردار! تم نے دوبارہ التماس کیا ہے کہ فقیر اپنا حسب و نسب لکھے۔ چونکہ (اس میں) کوئی خاص فائدہ نہیں تھا اس لئے میں نے تغافل برتا۔ اب جبکہ تمہاری سماجت حد سے بڑھ گئی ہے۔ مختصر تحریر کرتا ہوں۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ اس فقیر کے سرمایۂ وجود کا آغاز پانی کا ایک قطرہ اور انجام ایک مشتِ خاک ہے۔ اس عالمِ اعتبار میں خاکسار کا سلسلہ چھبیس واسطوں سے حضرت محمد بن حنفیہ کے توسط سے شیرِ بیشۂ کبریا علی مرتضیٰ علیہ التحیۃ والثنا تک پہنچتا ہے۔ امیر کمال الدین نامی ایک بزرگ آٹھویں صدی ہجری میں کسی تقریب سے طائف شہر پہنچے۔ اس علاقہ کا ایک حاکم سردار الوس قاقشال کی لڑکی سے ان کی شادی ہوگئی۔ چونکہ اُن کا (حاکم کا) کوئی لڑکا نہیں تھا (اس لئے)، اس علاقہ کا تعلق ان کی (امیر کمال الدین) کی اولاد سے ہوگیا۔ جس وقت ہمایوں بادشاہ مملکتِ ہندوستان کو پٹھانوں کی لوٹ مار سے نجات دلانا چاہتا تھا تو اس خاندان کے دو بھائی محبوب[۱] خاں اور بابا خاں[۲] بھی ہمایوں کے ساتھ آئے۔

---

[۱] اصل نام مجنوں خاں قاقشال ہے۔ غالباً کاتب کی غلطی سے محبوب خاں لکھا گیا۔ ایران سے جو لوگ ہندوستان آئے تھے اُن میں مجنوں خاں کا نام بھی ہے۔ مگر بابا خاں کا نام نہیں۔ غالباً وہ ہندوستان بعد میں آئے تھے (تذکرۂ ہمایوں و اکبر ص ۱۸۰) مجنوں خاں ہمایوں کے عہد میں نارنول کے تحویلدار تھے۔ ہمایوں کی وفات کے بعد حاجی خاں نے حملہ کردیا اور انھیں شکست کھا کر دہلی آنا پڑا۔ اکبر نے کچھ دن کے بعد مانک پور کی جائداد دیدی۔ مجنوں خاں نے بہت سے معرکوں میں بحیثیت سپہ سالار حصہ لیا تھا جب ۹۷۱ھ میں جونپور میں علی قلی خاں نے اکبر کے خلاف بغاوت کی تو یہ فوج لیکر مقابلہ کے لئے گئے مگر شکست ہوئی انھوں نے فرار ہوکر مانک پور میں پناہ لی اور اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے اکبر کو خود جانا پڑا۔ ۹۷۴ھ میں جب علی قلی خاں نے پھر بغاوت کی تو یہ دونوں بھائی (مجنوں خاں اور بابا خاں) شاہی فوج کو لیکر مقابلہ کے لئے گئے۔ علی قلی خاں کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا۔ ۹۷۶ھ میں اکبر نے مجنوں خاں کو کالنجر تسخیر کرنے کے لئے بھیجا اور مجنوں خاں نے راجہ رام کو شکست دیدی۔ ۹۸۹ھ میں جب بنگالہ فتح ہوا تو کوڑا گھاٹ کی جاگیر مجنوں خاں کو ملی۔ آئینِ اکبری میں "بزرگانِ جاوید دولت" کے تحت مجنوں خاں کا نام سہ ہزاری منصب داروں میں ہے۔ تفصیلی حالات کے لئے ملاحظہ ہو مآثر الامراء (باقی صفحہ ۲۲۷ پر)

ان دونوں کا سلسلہ تین واسطوں سے میر مذکور (امیر کمال الدین) تک پہنچتا تھا۔ ان دونوں کا حال تاریخِ اکبری میں موجود ہے۔ ان بزرگوں کا نسب مادری امیر صاحبقراں (تیمور) تک پہنچتا ہے۔ فقیر کا سلسلہ چار واسطوں سے بابا خان تک پہنچتا ہے۔ خان مذکور نے عہدِ اکبری میں بغاوت[۵۱] کی تھی۔ اس جرم کی وجہ سے میرے والد کم منصبی کی سزا میں گرفتار تھے۔ انھوں نے اورنگ زیب کی خدمت میں زندگی گذاری۔ آخر ترکِ دنیا کی دولت کا فخر و اعزاز[۵۲] حاصل کیا۔ ایک بزرگ سے استفادہ کیا جو طریقۂ قادریہ کے خلیفہ[۵۳] تھے۔ ایک ہزار

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲۶۔ جلد ۳ صفحہ ۲۰۷ - ۲۱۱۔ طبقات اکبری (انگریزی) ص ۹۰ - ۳۲۹ - ۳۵۷ وغیرہ۔ اکبر نامہ جلد ۱ ص ۲۹۰ The Emperor Akber V.1 P. 172 ۵۲۔ بابا خاں۔ مرزا مظہر کے والد مرزا جان لڑکے تھے، مرزا عبد السبحان کے اور عبد السبحان لڑکے تھے مرزا محمد امان کے اور یہ لڑکے تھے شاہ بابا سلطان کے جو لڑکے تھے بابا خان کے۔ مجنوں خاں کے انتقال کے بعد قاقشالان کی سرداری بابا خان کو ملی۔ اگرچہ مجنوں خاں کے مرنے کے بعد "گوڑا گھاٹ" کی جاگیر کا جائز وارث اُن کا لڑکا جباری خاں تھا لیکن اکبر نے حکمت سے کام لیکر یہ جاگیر بابا خاں کو دیدی۔ ۹۸۹ھ میں بابا خاں کا انتقال ہوا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ مآثر الامراء جلد ۱ ص ۳۹۱ - ۳۹۳۔ تذکرۂ ہمایوں و اکبر ص ۲۹۳ اور ص ۴۱۲ طبقاتِ اکبری (انگریزی ترجمہ) ص ۵۳۶۔ خلاصتہ التواریخ ص ۳۸۴

---

۵۱ اکبر نے جب آئین داغ نافذ کیا تو تمام قاقشالان ناراض ہوگئے۔ کچھ دن بعد معصوم خاں کابلی بہار کے دوسرے سرداروں کے ساتھ فوج لیکر گجرات پہنچ گیا۔ مظہر خاں اس وقت گجرات کا صوبہ دار تھا اور اُس کے ظلم و ستم سے سب ہی عاجز تھے۔ معصوم خاں کابلی نے قاقشالان کی ہمت افزائی کی اور بابا خان بھی اپنی فوج لیکر معصوم خاں سے مل گیا۔ اس باغی فوج نے مظہر خاں کو قتل کر دیا اور گجرات پر قبضہ کر لیا۔ اس وقت سے اکبر نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ بابا خان کی اولاد کو کوئی ذمہ دار عہدہ نہیں دیگا۔

۵۲ مرزا مظہر کے والد مرزا جان نے ترکِ منصب کر کے فقیری اختیار کر لی تھی۔ انھوں نے تمام مال و دولت غریبوں میں تقسیم کر کے صرف پانچ ہزار روپے اپنی لڑکی کی شادی کے لئے رکھا تھا۔ ایک دفعہ انھوں نے سُنا کہ کوئی مصیبت میں ہے یہ روپے بھی اُسے دے آئے۔ اُن کی قناعت پسندی اور توکل مثالی ہے۔ اُنھوں نے اپنے گھر میں کدو کا درخت لگایا تھا۔ ایک کنیز نے طعنہ دیا۔ تم نے گھر میں کدو کا درخت لگا لیا ہے تاکہ گھر میں کچھ کھانے کو نہ ہو تو اس کے برگ نبر کھا کر گذارہ کر سکو۔ مرزا جان کی سمجھ میں بات آگئی اور اُنھوں نے درخت اکھاڑ کر پھینک دیا۔

۵۳ مرزا جان شاہ عبد الرحمٰن قادری کے مرید تھے۔

ایک سو تیس ہجری میں اس دنیا سے انتقال فرماگئے۔ اس فقیر کی ولادت ایک ہزار ایک سو گیارہ[۵۱] ہجری میں ہوئی سولہ سال کی عمر میں یتیم ہوگیا۔ بیس سال کی عمر میں کمرِ ہمت باندھ کر دنیا سے ہاتھ اٹھالیا اور فقر کی راہ میں ریاضت شروع کی۔ علوم متعارفہ والد کے زمانہ میں پڑھے تھے اور کتبِ حدیث حاجی محمد افضل سیالکوٹی کی خدمت میں جو شیخ المحدثین شیخ عبداللہ بن سالم مکی کے شاگرد تھے اور قرآن مجید شیخ القراء شیخ عبدالخالق شوقی کے شاگرد حافظ عبدالرسول دہلوی سے سند کیا۔ طریقہ نقشبندیہ کا خرقہ اور اجازتِ مطلقہ جناب سید السادات نور محمد بدایونی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حاصل کئے، جن کا سلسلہ دو واسطوں سے حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے اور ان کی وفات تک زندگی ان کی خدمت میں گذار دی۔ ان کی وفات کے بعد اس طریقہ کے متعدد مشائخ سے استفادہ کیا اور آخر مدت تک فیض آشیانہ حضرت شیخ الشیوخ شیخ محمد عابد سنامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آستانہ پر جبہ سائی کی اور قادریہ و سہروردیہ اور چشتیہ طریقوں کا خرقہ اجازت حاصل کیا آج تک کہ ایک ہزار ایک سو پچاسی ہجری ہے۔ ان حضرات کے حکم سے تیس سال سے طالبانِ خدا کی تربیت کر رہا ہوں (۱۱۸۵ھ)

مکتوب سی و چہارم

جس دن سے نجف خاں[۵۲] آیا ہے اس شہر میں فقیر سے لیکر بادشاہ تک ہر شخص کی حالت خراب ہے۔

---

۵۱ مرزا صاحب کے سنہ ولادت میں اختلاف ہے۔ بعض تذکرہ نویسوں نے ۱۱۱۱ھ اور بعض نے ۱۱۱۳ھ لکھا ہے "مقاماتِ مظہریہ" میں تاریخ پیدائش کے دو مادے دیئے گئے ہیں۔ "تولدِ صاحب شرع" "طلوعِ شمس الملت والدین" دونوں مادوں سے ۱۱۱۱ھ نکلتا ہے اور یہی ٹھیک بھی ہے۔ اس پر تفصیلی بحث آئندہ کی جائے گی۔

۵۲ نجف خاں شاہ ایران شاہ حسین صفوی کے وزیر اعظم نجف خاں کا پوتا تھا۔ ۱۷۳۷ء میں پیدا ہوا۔ اس کی بہن صفدر جنگ کے سب سے بڑے بھائی محمد محسن سے بیاہی ہوئی تھی۔ نجف خاں اپنے بہنوئی کے ساتھ ہندوستان آیا اور الہ آباد کے حاکم محمد قلی خاں کے ہاں ملازم ہوگیا۔ جب ۱۷۶۱ء میں شجاع الدولہ نے محمد قلی خاں کو قتل کر دیا تو نجف خاں فرار ہوکر بنگال پہونچا جہاں نواب قاسم علی نے اسے اپنا ملازم کر لیا۔ اور فوج تیار کرنے کے لئے تین لاکھ روپے دیئے۔ نجف خاں نے ۱۷۶۴ء میں بکسر کی لڑائی میں انگریزوں کے ساتھ مل کر شجاع الدولہ پر حملہ کیا۔ الہ آباد کے قلعہ پر انگریزوں کا قبضہ کرایا۔ چونکہ انگریز سیاسی مصلحتوں کی وجہ سے شاہ عالم کے نام پر جنگ کر رہے تھے اس لئے نجف خاں کو شاہی جنرل تسلیم کر لیا گیا۔ انگریزوں کی سفارش ہی پر وہ کوڑا کا شاہی فوجدار مقرر ہوا۔ پورا لگان وصول نہ کرنے کے (باقی صفحہ ۲۲۹ پر)

ہر خاص و عام کی زبان پر مجدالدولہ[۵] کی رہائی کا ذکر ہے ۔ خدا جلد ہی کچھ کر دیگا ۔ کل تمہارا خط ملا ۔ بہت تشویش ہوئی ۔ فقیر بھی دعا کرتا ہے ۔ یاران حلقہ اور میاں محمد مراد جیسوں سے تمہارے حصولِ مقاصد کے لئے دُعا کرائی ہے ۔ قوی اُمید ہے کہ دعا قبول ہوگی اور اس کا اثر ہوگا ۔ خاطر جمع رہو ۔ فقیر تم سے غافل نہیں ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ کے الزام میں تین سال بعد اُسے برطرف کر دیا گیا اور وہ ایک سال تک الہ آباد میں بیکار پڑا رہا مئی ۱۷۷۱ء میں جب شاہ عالم نے دہلی کا قصد کیا تو اس کے دن پھر گئے ۔ شاہی فوج کا کپتان مقرر ہوا اور فوج کو مسلح کرنے کے لئے اُسے پچاس ہزار روپے ملے ۔ ۵ رجون ۱۷۷۳ء کو وہ بخشیٔ دوئم ہوا ۔ ۱۷۷۵ء میں وکیل مطلق ہو گیا جب بادشاہ آیا تو دشمنوں نے ہر طرف سے گھیر رکھا تھا ۔ دہلی جاٹ، مرہٹے، سکھ اور روہیلوں کی طاقت کی آزمائش گاہ بنی ہوئی تھی ۔ یہ صرف نجف خاں کا دم تھا کہ اُس نے تمام طاقتوں کو کچل ڈالا ۔ لیکن نجف خاں کے ساتھ ایرانی اور تورانی گروپوں کی چشمک پھر تازہ ہو گئی ۔ اُس نے سُنّی فرقہ پر ہر ممکن ظلم ڈھایا ۔ مصحفی لکھتے ہیں :۔ "دوازدہ سال در شاہ جہان آباد ۔ بہ دور نجف خاں مرحوم بگوشہ عزلت گزیدہ ۔ زبان ریختہ ار دمئے معلٰی کما ہی دریافت نمودہ و ہرگز برائے تلاش معاش در آں حشر اجباد ---- بردو کس نہ رفتہ ۔ تذکرہ ہندی گویاں ص ۲۴۸

اسی نجف خاں نے مرزا مظہر کو قتل کرا دیا تھا ۔ مقامات مظہری ص / ۶۵ ۲۲ ربیع الثانی ۱۱۹۶ھ کو اُس کا انتقال ہو گیا ۔ مزید مطالعہ کے لئے ملاحظہ ہو مغل حکومت کا زوال ۔ سرکار ۔ جلد ۳ ص / ۳۷ ۔ ۲۳۰ شاہ عالم فرینکلن ۔ ص / ۴۰ ۔ ۱۲۱ ۔ میر کی آپ بیتی ۔ نثار احمد فاروقی ص / ۱۶۹ ۔ ۱۸۰

---

[۵] مجدالدولہ کا پورا نام عبدالاحد خاں تھا ۔ یہ عبدالمجید خاں کا لڑکا تھا جو کشمیر سے ہندوستان آکر عنایت اللہ خاں کا ملازم ہوا ۔ عنایت اللہ خاں کی وفات کے بعد وہ اعتماد الدولہ قمر الدین خاں کا ملازم ہوا ۔ کچھ دن بعد شاہی ملازمت مل گئی ۔ اپنی عقل مندی اور سوجھ بوجھ کی وجہ سے بادشاہ کی نظروں میں چڑھ گیا ۔ نادر شاہ کے واقعہ کے بعد محمد شاہ نے اُسے شش ہزاری منصب، علم، نقارہ، پالکی جھالردار اور خطاب مجدالدولہ بہادر عنایت کیا ۔

عبدالاحد خاں نجیب الدولہ کا ملازم ہوا ۔ نجیب الدولہ کی وفات کے بعد ضابطہ خاں کا ملازم ہو گیا ۔ پرتاپ گڑھ پر ضابطہ خاں کی شکست اور فرار کے بعد ۱۷۷۲ء میں یہ شاہ عالم کی خدمت میں آیا اور معافی مانگ لی ۔ اُس نے دربار میں اتنا اقتدار حاصل کر لیا کہ بادشاہ کا عزیز ترین درباری بن گیا ۔ مگر اُس میں سپاہیانہ اور انسانوں پر حکومت کرنے کی بالکل صلاحیت نہیں تھی اُس کا ہتھیار صرف سازشی ذہن تھا جس کو نجف خاں جیسے آہنی انسان کے سامنے شکست کھانی پڑی اُس نے شاہ عالم کو نجف خاں کے خلاف بھڑکا رکھا تھا نجف خاں کے سپہ سالار افراسیاب نے اسے ۵ ر نومبر ۱۷۷۹ء کو گرفتار کر لیا اور پھر وہ قید سے کبھی آزاد نہ ہو سکا ۔ ملاحظہ ہو مآثر الامرا جلد ۳ ص / ۸۰۷ ۔ ۸۰۸ ۔ مغل حکومت کا زوال ۔ سرکار جلد ۳ ص / ۸۸ ۔ ۸۶ ۔ ۱۷۳ ۔ ۱۷۶ ۔ شاہ عالم، فرینکلن ص / ۸۲ ۔ ۹۶

جب کبھی اپنے آقا کے سامنے جاؤ تو تین بار یا مقلب القلوب والابصار اور شروع و آخر میں ایک بار درود پڑھکر اپنے ہاتھوں پر پھونکو اور (دونوں ہاتھ) اپنے چہرے پر پھیرلو۔ سورۂ لایلاف بسم اللہ کے ساتھ ہر روز ایک سو دفعہ پڑھو اور شروع و آخر میں پانچ بار درود۔ تاکہ دشمن کے شر سے محفوظ رہو۔ پھر انشاء اللہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہونچے گا۔ چھوٹا سا چاقو جو بچوں کا کھیل ہے پہونچا۔ ایک بچے کو دیدیا۔ اس کے بعد کسی بھی سلسلہ میں کوئی تحفہ بھیجنے کی فکر نہ کرنا۔ کیونکہ آب و ہوا کی ناسازی سے تمہارے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں رہے ہیں۔ فقیر تو سب سے ناامید ہے لیکن تمہارے اعزہ کو تم سے شکایت ہے۔ اتنے طویل عرصے اور دور دراز سفر کے بعد جو تحفے تم نے رشتہ داروں کو بھیجے ہیں تمام بدرنگ اور بدقماش ہیں۔ (تمہارا) پیسے دیکر بُری چیز خریدنا بھی عجیب بات ہے اور فقیروں کی ناراضگی تو اُس ایک مٹھی مٹی کی طرح ہوتی ہے جو دریا میں ڈال دی جائے۔ اب مجھ پر کوئی اثر نہیں۔ تم نے جو اس خط میں حد سے زیادہ معذرت کی ہے اُس نے میرے دل کا غبار بالکل دھو دیا ہے۔ بے فکر رہو۔ رمضان مبارک آگیا۔ اس دفعہ یارانِ طریقہ اور حافظانِ قرآن بہت زیادہ آگئے ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ مبارک مہینہ جمعیت اور برکات کے ساتھ گذار کر عید کے بعد آؤں گا۔ والسلام۔ [۵] (باقی آئندہ)

---

[۵] اس خط پر کوئی تاریخ نہیں۔ لیکن یہ یقینی امر ہے کہ خط مرزا صاحب کی آخر عمر رمضان ۱۱۹۳ھ اور محرم ۱۱۹۵ھ کے درمیان لکھا گیا۔ ۱۱۹۳ھ میں مجدالدولہ کی گرفتاری عمل میں آئی تھی جس کا مرزا صاحب نے ذکر کیا ہے اور ۱۱۹۵ھ میں مرزا صاحب کی وفات ہوگئی تھی۔

رسالہ دارالعلوم دیوبند

نادار طلبہ اور ائمہ مساجد کے لئے رعایتی چندہ کا اعلان

رسالہ دارالعلوم، دارالعلوم دیوبند کا علمی اور دینی ترجمان ہے جو گذشتہ آٹھ سال سے شائع ہو رہا ہے۔ پابندی وقت، مضامین کی افادیت اور انتظامات کی بہتری اس رسالہ کی خصوصیات ہیں۔ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم اور دوسرے تمام علماء اور فضلاء دیوبند کے مضامین رسالہ دارالعلوم ہی میں شائع ہوتے ہیں۔ چند اہل خیر حضرات نے کچھ امدادی رقوم دفتر کو بھیجی ہیں۔ عربی مدارس کے نادار طلبہ اور ائمہ مساجد اور قومی لائبریریوں کے نام ان رقوم سے رسالہ اس طرح جاری کیا جائیگا کہ ہر خریدار ۱ روپیہ منی آرڈر سے ایڈیٹر رسالہ کے نام روانہ کردے کوپن منی آرڈر پر اپنا نام و پتہ اور امدادی مد سے رسالہ جاری کرنے کی وضاحت کردی جائے۔ رسالہ کا چندہ مبلغ ۵ ہے مبلغ دو روپیہ ان رقوم سے دفتر ادا کریگا واضح ہو کہ رسالہ دارالعلوم کا چندہ ۵ ہے اس چندہ میں کسی قسم کی تخفیف نہیں ہو سکتی۔ صرف نادار حضرات تک رسالہ پہنچانے کے لئے یہ ان رقوم سے ادا کئے جائینگے۔ خط و کتابت کا پتہ:۔ سید محمد ازہر شاہ قیصر۔ ایڈیٹر رسالہ "دارالعلوم" دیوبند۔ ضلع سہارنپور